

## روزہ

محمد اختر مسلم

سورہ بقرہ کے اکیسویں اور بائیسویں رکوع میں اللہ رب العزت نے ان مستقل اقدار یعنی نہ بدلنے جانے والے اصولوں کا تذکرہ کیا ہے۔ جن کے مطابق زندگی گزارنے سے ساری انسانیت کو مسرت اور شادمانی کی جنت نصیب ہو سکتی ہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان حسن عمل سے ایک ایسا معاشرہ قائم کرے جس میں سب انسانوں کو نیک عمل کرنے کے یکساں مواقع حاصل ہوں۔ نیکی کا مفہوم کیا ہے؟ اس کی وضاحت کیلئے اللہ رب العزت نے قرآن حکیم کے اکیسویں رکوع میں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مشرق و مغرب کی طرف منہ کر لینے کا نام نیکی نہیں بلکہ نیکی کا اصل مرکز "قلب" ہے۔ انسان کا ارادہ اور اس کی نیت ہے اور جب تک اس میں رجوع الی اللہ کی کیفیت (یعنی ہر عمل کو اللہ کے حوالے سے کرنے کا تصور) پیدا نہ ہو اس وقت تک محض ظاہری تبدیلی اور دکھاوے کے عمل کرنے سے کچھ نہیں حاصل ہوتا۔

ایک خوشحال معاشرہ جس میں ہر فرد کو اس کی بنیادی ضروریات زندگی، جملہ بنیادی حقوق میسر ہوں، ایسا ماحول اور ایسی فضا پیدا کر سکتا ہے جس میں انسان کسی نقصان کے بغیر ترقی اور خوشحالی کو عام کرنے کے متعلق نہ صرف غور و فکر کر سکتا ہے بلکہ اس کو بروئے کار لانے کیلئے مصروف عمل بھی ہو سکتا ہے تاکہ معاشرہ میں کوئی محتاج و واماندہ نہ رہ جائے۔ وہ معاشرہ جو شرع مبین کا مقصد و منتہی ہے۔

کس نہ باشد در جہاں محتاج کس

نکتہ شرع مبین این است و بس

ایسے معاشرہ کے قیام کے سلسلہ میں مال جمع کرنے کا جذبہ اور ولولہ ہمیشہ حائل رہا ہے۔ اس لئے اس بت کو گرانے کیلئے ایٹانے مال اقامۃ صلوة ایٹانے زکوٰۃ ایٹانے عہد اور مصیبت میں صبر کا عصا دیا گیا ہے۔ تکلیف میں ہر شخص اپنی ذات کی حد تک صبر کر سکتا ہے۔ مگر ایسا صبر جو دوسرے افراد معاشرہ کیلئے مفید ہو، ذرا ہمت کی بات ہے۔ قرآن حکیم نے اسی صبر کی تلقین کی ہے اور ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا اولئک ہم المتقون۔ یہی وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ ایک متقی انسان کے زبانی اقرار اور اس پر عمل پیرا ہونے کا مطلب راہ حق میں مال خرچ کرنا، قیام صلوة و ایٹانہ زکوٰۃ، وفائے عہد اور مشکل حالات کا صبر و استقلال سے مقابلہ کرنا ہے۔ اگلی آیت میں قصاص کو فرض فرمایا۔ اس کے بعد متقی کو ہدایت کی گئی ہے کہ جب وہ ترکہ چھوڑے تو مستحقین کیلئے ایک کھلی اور واضح وصیت چھوڑے تاکہ اس کا چھوڑا ہوا مال دوسروں کیلئے فتنہ نہ بنے۔ تقویٰ حاصل کرنے کی ان بنیادی کڑیوں کے بیان کے بعد نفس امارہ کو (جس کی خاصیت یہ ہے کہ انسان کو بدی کی طرف مائل کرتا ہے) قابو میں لانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ تقویٰ کے انتہائی کمال کو پہنچنے کیلئے بائیسویں رکوع میں فرمایا، کتب علیکم الصیام (تم پر روزہ فرض کیا گیا)۔

صیام کے معنی کسی فعل سے رکنے اور باز رہنے کے ہیں۔ اسلام میں قرآن حکیم کے مطابق رمضان کے مہینہ میں صبح کی سفیدی کے نمودار ہونے کے قبل سے رات کی سیاہی کے نمودار ہونے تک نیت اور ارادے کے ساتھ کھانے پینے اور جنسی عمل کے علاوہ ہر برے کام سے باز رہنے کو روزہ کہتے ہیں۔

و کلووا و اشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابيض من الخیط الاسود

من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل۔ (سورۃ البقرہ۔ آیت ۱۹۳)

کھاؤ پیو یہاں تک کہ تم کو سیاہی شب کی دھاری سے سپیدہ

صبح کی دھاری نمایاں نظر آ جائے۔ پھر رات تک اپنا روزہ پورا

کرو۔

اگر دیکھا جائے تو روزہ انسانیت اور حیوانیت میں ایک حد فاصل ہے۔

حیوانات کسی بھی مصلحت کے تحت اپنے آپ کو حیوانی تقاضوں سے باز نہیں رکھ سکتے۔ انہیں جب بھی بھوک لگے گی وہ اسے مٹانے کی کوشش کریں گے اور اسی طرح دوسرے فطری تقاضوں پر بھی قابو پانا ان کیلئے ناممکن ہے۔ اور یہی مجبوری انہیں اخلاقی قدروں کی تمیز سے دور رکھے ہوئے ہے۔ مگر انسان اپنی ضروریات اور خواہشات کو قابو میں لا سکتا ہے۔ جانور معمولی بھوک کی حالت میں بھی اپنے سامنے غذا پا کر اس کے کھانے سے باز نہیں رہ سکتا۔ حیوانیت کے اس بے لگام محرک کو قابو میں لانے کیلئے رمضان کا پورا مہینہ مسلسل تربیت دی جاتی ہے کہ انسان اللہ کی مرضی کو پورا کرنے کیلئے غذا اور دوسری ضروریات زندگی رکھنے کے باوجود خاص اوقات میں اس کا استعمال نہیں کرتا۔ اور اس غذائی بچت کو دوسرے حاجتمندوں پر صرف کرتا ہے۔ اور اگر کسی معقول وجہ کے سبب روزہ نہیں رکھ سکتا تو بھی کفارہ کے طور پر ہی سہی دوسرے شخص کو کھانا دیکر روزہ رکھنے میں معاونت کرتا ہے۔

اسلام میں ہر معاملہ ایک نظم اور ضبط کے ماتحت سر انجام پاتا ہے۔ چنانچہ اوقات مقررہ پر کھانا کھانا عین اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے۔ مگر روزہ میں صبح کی سفیدی کے نمودار ہونے سے تھوڑی دیر قبل سے رات کی سیاہی کے نمودار ہونے تک کچھ نہ کھانے سے مقصود اس ضابطے کو توڑنا نہیں بلکہ انسان کے اندر ایک ایسی قوت پیدا کرنا ہے کہ حیوانی خواہشات انسانی اقتدار کے ماتحت رہیں تاکہ انسان ان خواہشات کا غلام و محکوم بنکر نہ رہ جائے۔ روزے کا مقصد فاقہ کشی کی مشق کرانا نہیں بلکہ نظام طعام کو باقاعدہ کرنا ہے۔ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔ اگر فاقہ مستی کی مشق مقصود ہوتی تو دو روزوں کے درمیان ایک کھانا ہوتا۔ مگر یہاں دو کھانوں کے درمیان ایک روزہ رکھا گیا ہے۔ روزے کے آغاز سے قبل سحری اور روزے کے بعد افطار۔ اس لئے جو مومن رمضان کے پورے مہینے روزہ رکھتا ہے وہ اپنے اندر ایک ایسی قوت پیدا کر لیتا ہے جو ہر حیوانی محرک کو محکوم بنا سکتی ہے۔ حرص اور طمع، لالچ اور فریب دہندگی و گزندگی کر تمام شعوری

اور لاشعوری محرکات اس کے قابو میں آجاتے ہیں اور یوں رب العالمین کا یہ فرمان پورا ہو جاتا ہے کہ ، کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۔

تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی اقوام پر فرض کئے گئے تاکہ تم بھی قوانین خداوندی کی پیروی کر کے متقی بن جاؤ ۔

جن لوگوں نے سائنس کا ذرا سا بھی مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ MAGNETIC FIELD جتنا طاقتور ہوگا کرنٹ (CURRENT) یعنی فعالیت بھی اسی نسبت سے قوی اور مضبوط ہوگی ۔ رمضان کے تیس روزوں کا صبر آزما اور قوت بخش MAGNETIC FIELD انسانی ارادہ میں غیر معمولی کرنٹ اور استعداد پیدا کر دیتا ہے ۔ لیکن اس کیفیت سے وہی لوگ فیضیاب ہو سکتے ہیں جو روزہ لعلکم تتقون کے نظریہ سے رکھتے ہیں ۔ ورنہ سحر و افسار میں مختلف پکوانوں کے پروگرام اور شکم سیری کا نام روزہ نہیں بلکہ یہ تو جبلت حیوانی کو اور قوی کرنے کا اہتمام ہے تاکہ حرص و ہوس میں مزید استحکام پیدا ہو ۔

تن پروری خلق فزوں شد ز ریاضت

جسز گرمی افطار ندارد رمضان ہیج

جہاں تک میں نے روزے کی علت غائی پر غور و فکر کیا ہے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ روزہ انسان کی طبعی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرے کی معاشی ناہمواریوں کو ختم کرنے کا ایک سائنسی اور نفسیاتی ذریعہ ہے ۔ روزہ کی حالت میں ایک شخص باسانی اندازہ لگا سکتا ہے کہ بھوک کتنی اذیت ناک بلا ہے ۔ اور انسانی ذہن پر اس کے کیسے مہیب اثرات مرتب ہوتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ دار میں انسانی فلاح و بہبود کا عزم اور حاجتمندوں کی امداد و اعانت کا جذبہ پیدا ہونا ایک لازمی امر ہے ۔

نماز مجلسی اور معاشرتی مساوات کا مظاہرہ ہے تو روزہ معاشی مساوات کے قیام کا ذریعہ ہے ۔ صرف الفاظ حاجتمند اور بھوکے کی مفلسی اور

تنگدستی کا نقشہ پیش نہیں کر سکتے اور نہ ہی الفاظ دوسرے انسانوں کو کسی مفلس و نادار کی تکلیف کا احساس دلا سکتے ہیں۔ روزہ ہر فارغ البال انسان کو فاقہ کش انسان کی بدحالی کا احساس دلاتا ہے۔ اس احساس کی بیداری کے بعد روزہ دار کا فرض ہے کہ وہ معاشرہ کی معاشی ناہمواریوں کو دور کرنے کی سعی کرے۔ اپنی دولت کا کچھ حصہ ان لوگوں تک پہنچائے۔ جنہیں اکثر پیٹ بھر کر اور بعض اوقات ایک وقت کا کھانا بھی میسر نہیں آتا۔ مگر اس کی صورت یہ نہیں کہ گھر پر کسی گدا نے صدا لگائی کہ »بھوکا ہوں، اس کی صدا کے جواب میں روٹی کا ایک ٹکڑا اس کی جھولی میں ڈال دیا اور خود کو اس خوش فہمی میں مبتلا کر لیا کہ بس فرض ادا ہو گیا۔ فرض کی ادائیگی کا صحیح اور بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ہر انسان اپنی کمائی میں سے اپنی ضروریات کے بعد دوسروں کی ضروریات کیلئے بھی کچھ نہ کچھ دے۔ حضور ختمی مرتبت ﷺ نے فرمایا کہ »وہ شخص مومن نہیں جو خود سیر ہو کر کھانا کھاتا ہے لیکن اس کا ہمسایہ بھوکا ہوتا ہے۔ لہذا اس مقصد کے حصول کیلئے اگر کوئی شخص سحر و افطار کے درمیانی اوقات میں کھانا نہیں کھاتا تو وہ صحیح معنوں میں احکام خداوندی کی تکمیل کرتا ہے ورنہ میرے خیال میں اس کا یہ عمل کھانے کے اوقات میں تبدیلی کے سوا کچھ نہیں۔

اسلام کی بنیادی عبادات میں نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور جہاد ہیں۔ نماز وقت کی قربانی ہے تو زکوٰۃ مال کی۔ حج مال اور وقت کی قربانی ہے۔ ایک بامقصد اور فلاح طلب قوم کا ایک تربیتی مرکز جس میں احکام خداوندی کی روشنی میں اپنے منتہا و مقصود کو حاصل کرنے کے لئے تربیت حاصل کی جاتی ہے۔ لیکن اس قربانی میں صرف صاحب مال حضرات ہی حصہ لے سکتے ہیں۔ مگر روزہ براہ راست تمام نفوس انسانی کی اصلاح کرتا ہے۔ اور جو نفوس اس اصلاحی تربیت سے بہرہ ور نہیں ہوتے ہرگز ہرگز جہاد فی سبیل اللہ کے قابل نہیں ہو سکتے۔ جہاد رتبہ شہادت کے حصول کی دعوت ہے اور صرف شہید ہی کا وہ مقام ہے جس کی ضمانت قرآن دیتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ ، ان الله اشترى من المومنین انفسهم

و اموالهم بان لهم الجنة ط (سورة التوبه آیت ۱۱۱)

(اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لئیے ہیں) گویا مومن جنت کا مستحق اسی وقت بن سکتا ہے جب جان و مال اللہ کی راہ میں لگا دے۔ عام حالات میں روزہ ہی وہ حالت ہے جس میں مومن کی جان گھلتی ہے۔ مگر کامل جان و مال کا سودا جہاد فی سبیل اللہ میں ہوتا ہے۔ گویا یہ رمضان کے روزہ کا تکملہ ہے۔ کفر و اسلام کا وہ یوم الفرقان جو جنگ بدر کے نام سے موسوم ہے۔ رمضان ہی میں ہوا۔ اور حقیقی عید کا لطف بھی انہی لوگوں نے اٹھایا جو اس میں کامیاب و کامران رہے۔ فتح مکہ بھی رمضان ہی میں ہوئی تھی۔

اس ماہ کی عظمت و احترام کے سلسلہ میں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ یہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن حکیم کے نزول کا آغاز ہوا۔ قرآن حکیم جو انسانیت کیلئے ایک ابدی پیغام معاشرت ہے۔

